Volume 04, Issue 01,
January-March 2026
PP: 01-16
Open Access on:
www.alimanjournal.com

AL-IMAN Research Journal
P-ISSN: 3006-1261 E-ISSN: 3006-127X

Article QR

سورت النسآء میں استنباط کے ذریعہ تعلیل احکام

Derivation of the Justification of Legal Commands through the Principle of Justice in Sūrah al-Nisāʾ

Arshad Aziz[1]*, Dr. Abdul Majeed[2]

Article History

Received
02-02-2026

Accepted
15-02-2026

Published
16-02-2026

Abstract & Indexing

Abstract

Sūrah al-Nisāʾ is a Madinan sūrah consisting of 176 verses and 24 rukūʿāt. It is the fourth chapter of the Holy Qurʾān and derives its name from the extensive discussion of rulings related to women contained within it. The explanation of the underlying reason or cause of a matter is termed taʿlīl, and when applied to legal injunctions, it is referred to as taʿlīl al-aḥkām. In Islamic legal theory, an unspecified ruling may be determined by drawing an analogy (qiyās) with a specified ruling, based on a shared effective cause (ʿillah). Another important dimension of taʿlīl is the recognition that Sharīʿah rulings are grounded in wisdom and benefit (maṣlaḥah) for humanity. The causes underlying legal rulings are generally categorized into two types: explicit (manṣūṣ) causes, which are directly stated in the text, and derived (mustanbaṭ) causes, which are inferred through juristic reasoning. Through an analytical examination of various classical and contemporary exegeses of Sūrah al-Nisāʾ, this study identifies approximately twelve derived causes associated with its legal injunctions. These have been systematically compiled and analyzed in the research. The study offers a novel methodological contribution by organizing and presenting the inferred rationales identified by Qurʾānic commentators in a structured and coherent manner, thereby providing a fresh perspective on the jurisprudential analysis of the sūrah's legal directives.

Keywords:

Sūrah al-Nisāʾ, Taʿlīl al-Aḥkām, ʿIllah, Justice-Based Inference, Qiyās, Mustanbaṭ ʿIllah, Maṣlaḥah, Islamic Legal Theory, Qurʾānic Exegesis, Legal Rationale, Sharīʿah Objectives, Madinan Sūrahs.

[1] *PhD Scholar, Department of Islamic Studies & Arabic, Gomal University, Dera Ismail Khan. Assistant Professor Government Graduate College Mianwali.* arshadaziz207@gmail.com ***Corresponding Author***
[2]*Assistant Professor,Department of Islamic Studies & Arabic, Gomal University, Dera Ismail Khan.*
drhafizabdulmajed@gmail.com

All Rights Reserved © 2026 This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

تعارف موضوع

سورۃ النساء مدنی سورت ہے، جس میں 176 آیات اور 24 رکوعات ہیں۔ ترتیب توقیفی کے اعتبار سے یہ سورت قرآن مجید میں چوتھے نمبر پر ہے۔ اس کو سورۃ النساء اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں اکثر احکام عورتوں سے متعلق ہیں۔ کسی چیز کی علت بیان کرنے کو تعلیل کہتے ہیں اسی طرح احکام کی علت بیان کرنے کو تعلیل احکام کہا جاتا ہے۔ کسی غیر منصوص واقعہ کو کسی منصوص واقعہ پر قیاس کرکے، علت مشترکہ کے ذریعے اس کا حکم معلوم کیا جاتا ہے۔ تعلیل کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ شرعی احکام میں انسانوں کے لیے مصالح موجود ہیں۔ علت دو طرح کی ہے: ایک علت منصوصہ ہے اور دوسری علت غیر منصوصہ یا مستنبطہ ہے۔ علت منصوصہ وہ ہوتی ہے جو نص کے اندر کلمہ یا جملہ کی شکل میں موجود ہوتی ہے جبکہ علت غیر منصوصہ کسی حکم سے مستنبط ہوتی ہے یا اس کے معنیٰ میں موجود ہوتی ہے۔ جب مختلف تفاسیر سے سورۃ النساء سے علت مستنبطہ تلاش کی گئیں تو تیرہ کے قریب علت مستنبطہ معلوم ہوئی ہیں، جن کی تفصیل لکھ دی گئی ہے۔ تعلیل احکام پر کوئی مخصوص تفسیر موجود نہیں ہے لیکن مختلف تفاسیر میں اس سے متعلق مواد موجود ہے۔ یہ اس موضوع پر تحقیق کا ایک نیا انداز ہے جس میں قرآن مجید کی کسی آیت پر مفسرین کی طرف سے بیان کی جانے والی علت مستنبطہ کو منظم انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ اس موضوع کو اعراب القرآن، مقاصد شریعت، اصول فقہ اور تفاسیر کی کتب سے حاصل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

سورۃ النساء کا تعارف

یہ قرآن مجید کی چوتھی سورۃ ہے۔ یہ مدنی سورۃ ہے جس کی 176 آیات اور چوبیس رکوعات ہیں۔ اس سورۃ میں دوسری سور کی نسبت عورتوں سے متعلق بہت زیادہ احکام بیان کئے گئے ہیں جس کی وجہ سے یہ سورۃ النسآء کے نام سے مشہور ہوگئی۔ اس کا نام "بڑی سورۃ النساء" رکھا گیا کیوں کہ اس کے اکثر احکام عورتوں سے متعلق ہیں۔ اس کے مقابلہ میں سورۃ طلاق کا نام "چھوٹی سورۃ النساء" رکھا گیا۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا:

"لیکن سورۃ البقرۃ اور سورۃ النساء اس وقت نازل ہوئیں جب میں (مدینہ میں) حضور ﷺ کے پاس تھی۔"[1]

ان کی زندگی نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ہجرت کے پہلے سال شروع ہوئی۔[2]

یہ سورۃ کئی خطبات پر مشتمل ہے جو غالباً تین ہجری کے اواخر سے لے کر چار ہجری کے اواخر یا پانچ ہجری کے اوائل تک مختلف اوقات میں نازل ہوئے ہیں۔[3]

یہ سورۃ آل عمران کے ساتھ ربط اور مماثلت رکھتی ہے، جن میں سے اہم یہ ہیں:

وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:

"سورۃ آل عمران کا اختتام مؤمنوں کے لئے تقویٰ کے حکم کے ساتھ ہوا اور اس سورۃ کا آغاز تمام انسانوں کے لئے اسی حکم تقویٰ کے ساتھ ہوا۔ آیت (تمہیں کیا ہوگیا ہے؟ کہ منافقوں کے بارے میں دو گروہ ہو رہے ہو؟)[4] غزوۂ اُحد کی مناسبت سے آل عمران میں غزوہ (اُحد) میں ساٹھ آیات کے ساتھ نازل ہوئی۔ اسی طرح آیت (ان لوگوں کا پیچھا کرنے سے ہارے دل ہو کر بیٹھ نہ رہو)[5] غزوہ حمراء الاسد کی مناسبت سے سورہ آل عمران میں 172، 175 نمبر آیات کے بعد اسی غزوہ میں نازل ہوئی ہے۔"[6]

سید سجاد بخاری لکھتے ہیں:

"سورہ نساء میں انتظامی امور کی دو اقسام کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ ایک احکام رعیت: ان امور کا تعلق عوام کے ساتھ ہے۔ دوسرے احکام سلطانیہ: ان امور کا تعلق حکمرانوں کے ساتھ ہے۔ مضامین کے لحاظ سے یہ سورت تین حصوں میں

تقسیم ہے۔پہلا حصہ پہلی ستاون آیات پر مشتمل ہے۔دوسرا حصہ 58 نمبر آیت سے 126 نمبر آیت پر مشتمل ہے۔پہلے حصے میں احکام رعیت اور دوسرے حصہ میں احکام سلطانیہ بیان کئے گئے ہیں۔احکام رعیت کا مقصد یہ ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کی حق تلفی اور ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔احکام سلطانیہ کا حاصل یہ ہے کہ دوسروں کی حق تلفی اور ان پر ظلم نہ ہونے دو۔تیسرے حصہ میں پہلے دونوں حصوں کے بعض احکام کی تنویر ہے۔"[7]

اس سورۃ کے اہم موضوعات کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

- اس سورۃ کا آغاز تمام انسانوں کو تقویٰ کا حکم دینے سے ہوتا ہے۔اس کے بعد یتیموں کے حقوق ذکر کئے گئے ہیں۔مہر کو خوشی سے ادا کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔وراثت کے احکام اور حصوں کو بیان کیا گیا ہے۔اللہ اور اس کے رسول کے علاوہ اولی الامر کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔زنا کا ایک ابتدائی حکم بیان کیا گیا ہے کہ اگر زانیہ کے خلاف چار لوگ گواہی دیں تو اسے ساری زندگی گھر پر روکا جائے۔توبہ کی قبولیت اور موت کے وقت توبہ کے نامقبول ہونے کا ذکر کیا گیا ہے۔مہر کو واپس نہ لینے کا حکم دیا گیا ہے۔محرم یعنی حرام کئے گئے رشتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔مردوں کو خواتین پر نگران مقرر کیا گیا ہے اور زوجین کے حقوق و فرائض کا ذکر کیا گیا ہے۔زوجین کو باہمی جھگڑے کی صورت میں ثالثی فیصلہ کرانے کا حکم دیا گیا ہے۔اللہ کی عبادت کرنے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنے اور حقوق ادا کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔انفاق فی سبیل اللہ میں ریاکاری سے بچنے اور شیطان کا ساتھی بننے سے روکا گیا ہے۔
- اگر وہ اللہ کے لئے مال خرچ کریں گے تو اللہ انہیں اپنے پاس سے بڑا اجر دے گا۔ہر نبی اپنی امت پر گواہ ہو گا اور آپ ﷺ اپنی امت پر گواہ بنا کر پیش کئے جائیں گے۔کفر اور رسول کی نافرمانی کرنے والے قیامت کے دن یہ خواہش کریں گے کہ انہیں زمین میں دھنسا دیا جائے۔نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جانے اور پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمم کرنے کا حکم دیا گیا۔یہود کی بعض شرارتوں تحریف اور ذو معنی لفظوں کے استعمال کے ذریعے نافرمانی کا ذکر کیا گیا ہے۔اس لئے انہیں کہا گیا ہے کہ وہ قرآن پر ایمان لائیں ورنہ ان کی شکلیں بگاڑ دی جائیں گی۔شرک کو ایک ناقابل معافی جرم قرار دیا گیا ہے۔یہودیوں کی اسلام دشمنی کا ذکر کرتے ہوئے ان کے برے انجام کو ذکر کیا گیا ہے۔اہل ایمان اور نیک اعمال کرنے والوں کے اچھے انجام کا ذکر کیا گیا ہے۔امانتیں ان کے اہل لوگوں کے سپرد کرنے کے علاوہ فیصلے انصاف کے ساتھ کئے جائیں۔
- منافق ظاہری مسلمان ہیں لیکن اپنے معاملات کے فیصلے طاغوت سے کروانا چاہتے ہیں۔مؤمن وہ ہے جو اپنے جھگڑوں میں آپ ﷺ کو اپنا فیصل تسلیم کرے۔یہود کو سخت احکام دیئے گئے جیسے توبہ کے طور پر ایک دوسرے کو قتل کرنا، اب تو بہت آسان حکم دیا جارہا ہے کہ رسول کی فرماں برداری کرو جس پر اجر عظیم کا وعدہ ہے۔اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت والے ہی انعام یافتہ بندوں کے ساتھ ہوں گے۔اس کے بعد قتال سے متعلق احکامات بیان کئے گئے ہیں۔جن میں اپنا اور مظلوم مسلمانوں کا دفاع کرنا شامل ہے۔مؤمن کو قتل کرنے سے متعلق احکام اور سزا بیان کی گئی ہے۔مجاہدین کو بیٹھنے والوں پر ایک درجہ فضیلت حاصل ہے۔اس کے بعد ہجرت نہ کرنے والوں کو عذاب دینے اور ہجرت کے فوائد کا ذکر کیا گیا ہے۔سفر میں نماز کم کرنے اور صلوٰۃ الخوف ادا کرنے کا طریقہ بیان کیا گیا ہے۔منافقین کی ریشہ دوانیوں اور چند اہم معاشرتی مسائل کو بیان کیا گیا ہے۔ان کے بعد احکام الٰہی پر عمل کی افادیت کو بیان کیا گیا ہے۔عدل و انصاف قائم کرنے اور ظلم کے خلاف احتجاج کے حق کو تسلیم کیا گیا ہے۔یہود کے کردار کو بیان کیا گیا ہے ان کے اس قول کی تردید کی گئی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو قتل نہیں کیا گیا بلکہ انہیں آسمان پر اُٹھا لیا گیا ہے۔رسالت محمدی کا اثبات کرتے ہوئے تمام

انسانوں کو آپ ﷺ کی رسالت پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی ہے۔ عیسائیوں کو غلو فی الدین سے روکا گیا ہے۔ آخر میں کلالہ کی وراثت کو بیان کیا گیا ہے۔

مفسر ابن کثیر نے اس سورۃ کی فضیلت میں چند احادیث بیان کی ہیں۔ حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ نے فرمایا:

لَمَّا أُنزِلَتِ الفرائض فِی سُورَۃُ النِّسَاءِ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ:لَا حَبْس بعد سورة النساء[8]

جب سورۃ النساء میں فرائض نازل ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "سورت نساء کے بعد روک نہیں ہے۔

حاکم نے اپنی مستدرک میں کہا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ سورۃ نساء میں پانچ آیات ایسی ہیں کہ اگر ساری دنیا بھی مجھے مل جائے تب بھی مجھے اتنی خوشی نہیں ہو گی جتنی ان آیات سے ہے:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ[9] (بے شک اللہ تعالیٰ کسی پر ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا) إِنْ تَجْتَنِبُوا كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ[10] (اگر تم بڑے گناہوں سے بچتے رہو گے جن سے تم کو منع کیا جاتا ہے تو ہم تمہارے چھوٹے گناہ دور کر دیں گے) إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ[11] (بے شک اللہ تعالیٰ یہ معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے اور اس کے علاوہ جس کے لئے چاہتا ہے بخش دیتا ہے) وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ[12] (اور اگر یہ لوگ جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا تیرے پاس آجاتے) وَمَنْ يَعْمَلْ سُوءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللَّهَ يَجِدِ اللَّهَ غَفُورًا رَحِيمًا[13] (جو شخص کوئی برائی کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ سے استغفار کرے تو وہ اللہ کو بخشنے والا مہربانی کرنے والا پائے گا) پھر کہا اس کی اسناد صحیح ہیں۔ اگر عبد الرحمان اپنے والد سے سنے تو تحقیق اس میں اختلاف کیا گیا۔

عبد الرزاق کی روایت میں عبد اللہ بن مسعودؓ نے سورۃ النساء کی پانچ آیات کے بارے میں فرمایا: وہ مجھے ساری دنیا سے زیادہ پسند ہیں: إِنْ تَجْتَنِبُوا كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ[14] (اگر تم بڑے گناہوں سے بچتے رہو گے جن سے تم کو منع کیا جاتا ہے تو ہم تمہارے چھوٹے گناہ دور کر دیں گے۔ اور اس کا ارشاد إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۖ وَإِنْ تَكُ حَسَنَةً يُضَاعِفْهَا[15] (بے شک اللہ تعالیٰ کسی پر ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا اور اگر نیکی ہو تو اسے دوگنی کر دیتا ہے) اور اس کا ارشاد إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ[16] (بے شک اللہ تعالیٰ یہ معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے اور اس کے علاوہ جس کے لئے چاہتا ہے بخش دیتا ہے) اور اس کا ارشاد وَمَنْ يَعْمَلْ سُوءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللَّهَ يَجِدِ اللَّهَ غَفُورًا رَحِيمًا[17] (جو شخص کوئی برائی کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ سے استغفار کرے تو وہ اللہ کو بخشنے والا مہربانی کرنے والا پائے گا) اس کا ارشاد وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَلَمْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ أُولَئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيهِمْ أُجُورَهُمْ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا[18] (اور جو لوگ اللہ اور اس کے تمام پیغمبروں پر ایمان لاتے ہیں اور ان میں سے کسی ایک میں فرق نہیں کرتے یہی وہ لوگ ہیں جنہیں عنقریب وہ انہیں ان کا بدلہ دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے) اسے ابن جریر طبری نے روایت کیا۔ پھر صالح المری کے راستہ سے قتادہ اور عبد اللہ ابن عباس سے روایت کیا گیا: سورۃ النساء میں آٹھ آیات ایسی نازل ہوئی ہیں جو اس امت کے لئے ہر اس چیز سے بہتر ہیں جن پر سورج نکلتا اور غروب ہوتا ہے۔

اول: يُرِيدُ اللَّهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوبَ عَلَيْكُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ[19] (اللہ چاہتا ہے کہ تمہارے لیے (احکام کی) وضاحت کر دے اور جو (نیک) لوگ تم سے پہلے گزرے ہیں، تم کو ان کے طور طریقوں پر

لے آئے اور تم پر (رحمت کے ساتھ) توجہ فرمائے اور اللہ ہر بات کا جاننے والا بھی ہے، حکمت والا بھی ہے) اور دوسری وَاللَّهُ يُرِيدُ أَنْ يَتُوبَ عَلَيْكُمْ وَيُرِيدُ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الشَّهَوَاتِ أَنْ تَمِيلُوا مَيْلا عَظِيمًا[20] (اللہ تو چاہتا ہے کہ تمہاری طرف توجہ کرے اور جو لوگ نفسانی خواہشات کے پیچھے لگے ہوئے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم راہ راست سے ہٹ کر بہت دور جاپڑو) اور تیسری يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُخَفِّفَ عَنْكُمْ وَخُلِقَ الإِنْسَانُ ضَعِيفًا[21] (اللہ چاہتا ہے کہ تمہارے ساتھ آسانی کا معاملہ کرے اور انسان کمزور پیدا ہوا ہے)

پھر انہوں نے عبد اللہ ابن مسعودؓ کا قول برابر ذکر کیا، یعنی باقی پانچ آیات میں۔ ابی ملیکہ سے روایت ہے میں نے عبد اللہ بن عباسؓ کو فرماتے ہوئے سنا:

"مجھ سے سورہ نساء کے بارے میں سوال کرو، میں نے بچپن میں قرآن پڑھا تھا۔ پھر فرمایا: یہ حدیث شیخین کی شرط پر صحیح ہے اور انہوں نے اس کی تخریج نہیں کی۔"[22]

تقویٰ کی علت

يَآاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا (النسآء: 1) (لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اُسی جان سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت مرد و عورت دُنیا میں پھیلا دیئے۔ اُس خدا سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنے حق مانگتے ہو اور رشتہ و قرابت کے تعلّقات کو بگاڑنے سے پرہیز کرو۔ یقین جانو کہ اللہ تم پر نگرانی کر رہا ہے)

امام فخر الدین رازیؒ لکھتے ہیں:

"یہ سورت تکلیف کی بہت زیادہ اقسام پر مشتمل ہے اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ کے آغاز میں لوگوں کو اولاد، خواتین اور یتیموں پر شفقت کرنے، ان کے ساتھ نرمی کرنے اور انہیں ان کے حقوق پہنچانے اور ان پر ان کے مال کی حفاظت کرنے کا حکم دیا۔ اس سورت کے درمیان میں تکالیف کی دوسری اقسام کا ذکر کیا اور وہ طہارت، نماز اور مشرکوں سے جنگ کا حکم ہے اور جب یہ تکالیف فطرت پر بوجھ کی وجہ سے جانوں پر یقیناً مشکل تھیں۔ سورۃ کا آغاز علت کے ساتھ کیا گیا جس کے لئے ان مشکل تکالیف کو اٹھانا ضروری ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حکم کی علت بیان کی اللہ تعالیٰ کے خوف کے ساتھ جو ان کو ایک جان سے پیدا کرنے والا ہے۔ یہ علت تمام مکلفین کے حق میں عام ہے کیوں کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام سے اپنے اہل وعیال کے ساتھ پیدا کئے گئے تھے۔ تیسرا یہ کہ تقویٰ کے ساتھ تکلیف مکہ والوں کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ وہ تمام جہانوں کے حق میں عام ہے اور جب لفظ "ناس" عام ہو کل میں اور تقویٰ کا حکم کل میں عام ہو اور یہ اس تکلیف کی علت تھی اور وہ ایک ہی جان سے پیدا ہوئے ہر ایک کے حق میں عام ہے۔ خاص کرنے کے ساتھ قول کرنا دور کی غایت میں سے تھا۔"

وہ مزید لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اسے دو سورتوں یعنی سورۃ النساء اور سورۃ الحج کا مطلع (آغاز) بنایا۔ یہ سورت قرآن کے نصف اول کی چوتھی سورت ہے اور سورۃ الحج بھی قرآن کے دوسرے نصف کی چوتھی سورۃ ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ میں تقویٰ کے ساتھ حکم کی علت بیان کی ہے، اس کے ساتھ جو مبدا کی پہچان پر رہنمائی کرتی ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق

کو ایک جان سے پیدا کیا۔ یہ خالق کی طاقت کے کمال اور اس کے علمی کمال اور اس کی حکمت کے کمال اور اس کے جلال پر رہنمائی کرتی ہے اور سورت حج میں جو تقویٰ کے ساتھ حکم کی علت بیان کی ہے وہ معاد کی پہچان کے کمال پر رہنمائی کرتی ہے۔ اس طرح ان دونوں سورتوں کا آغاز مبدا اور معاد کی پہچان پر رہنمائی سے ہوتا ہے۔ اس نے مبدا پر رہنمائی کرنے والی سورت کو معاد پر رہنمائی کرنے والی سورۃ سے پہلے بیان کیا۔"[23]

مفتی محمد شفیعؒ لکھتے ہیں:

"پھر حکم "اتقوا" کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے لفظ رب کو اختیار کیا گیا، جس میں امر تقویٰ کی علت اور حکمت کی طرف اشارہ فرمادیا کہ جو ذات تمہاری پرورش کی کفیل ہے اور جس کی شان ربوبیت کے مظاہر انسان اپنی زندگی کے ہر لمحہ میں مشاہدہ کرتا رہتا ہے، اس کی مخالفت اور سرکشی کس قدر خطرناک ہوگی؟ اس کے ساتھ ہی رب تعالیٰ کی ایک خاص شان کا ذکر فرمایا کہ اس نے اپنی حکمت و رحمت سے سب کو پیدا فرمایا۔ غرض یہ پوری آیت ان احکام کی تمہید ہے جو اس سورت میں آگے آنے والے ہیں۔ اس سورت میں ایک طرف پروردگار عالم کے حقوق سامنے رکھ کر اس کی مخالفت سے روکا گیا ہے، دوسری طرف تمام افراد انسانی کو ایک باپ کی اولاد بتا کر ان میں محبت ہمدردی اور خیر خواہی کے جذبات کو بیدار کیا گیا ہے تاکہ اہل قرابت، یتیموں اور زوجین کے درمیان باہمی حقوق کی ادائیگی دل سے ہو سکے۔"[24]

مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ لکھتے ہیں:

"اس آیت کے ابتدائی حصہ میں حکم تقویٰ کی یہ علت بیان کی تھی کہ وہ تمہارا رب اور خالق ہے اور آیت کے آخری حصہ میں حکم تقویٰ کی یہ علت بیان کی کہ جس کا تم واسطہ دے کر لوگوں سے حاجتیں مانگتے ہو تم کو چاہیے کہ عام طور پر تمام امور میں اس ذات پاک کے تقویٰ اور پرہیز گاری کو خاص طور پر ملحوظ رکھو اور خاص طور پر قرابتوں سے ڈرو یعنی رشتوں کو قطع کرنے اور ان کے حقوق ضائع کرنے سے ڈرو تحقیق اللہ تعالیٰ تم پر نگہبان ہے۔ دیکھتا ہے کہ تم قطع رحمی کرتے ہو یا صلہ رحمی۔"[25]

اس آیت میں دو مقامات پر تقویٰ کی علت کو بیان کیا گیا ہے۔ پہلی مرتبہ تقویٰ کی علت اللہ کا رب ہونا یا یہ کہ اس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا ہے۔ آیت کے دوسرے حصے میں تقویٰ کی علت اس ذات کو قرار دیا گیا جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنے حق مانگتے ہو۔ یہ علت مستنبط کی گئی ہے یعنی اس آیت میں علت کے لئے لفظ یا جملہ استعمال نہیں کیا گیا بلکہ مفسرین نے اس آیت کے الفاظ سے علت حاصل کی ہے۔

غیر منصرف الفاظ کی علت

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتَامٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۚ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا (النسآء:3)(دو دو اور تین تین اور چار چار)

قاضی ثناء اللہ عثمانی لکھتے ہیں:

"بعض لوگوں نے ان الفاظ کے غیر منصرف ہونے کی علت تکرار عدل کو قرار دیا ہے کیوں کہ یہ الفاظ لفظ اور معنی دونوں کے اعتبار سے معدول ہیں، لفظ مثنی لفظ ثنتین سے معدول ہے اور مثنی کا معنی ثنتین کے معنی سے۔"[26]

مثنیٰ وثلٰث ورٰبع جن کے معنی دو دو، تین تین اور چار چار کے ہیں اور ان کے منصرف نہ ہونے کی علت ان کا برابری کی بنیاد پر تکرار ہے، کیوں کہ یہ الفاظ لفظ اور معنی کے اعتبار سے اصل کو چھوڑ کر دوسری شکل اختیار کرنے والے ہیں۔ مثنیٰ دو کا اور ثلٰث تین کا جبکہ رٰبع چار کا تقاضا کرتا ہے۔ یہ الفاظ لفظی اور معنوی اعتبار سے ترمیم شدہ ہیں یعنی لفظ مثنی اور اس کا معنی ثنتین سے ترمیم شدہ ہے۔

علت میراث

لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ۠ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ ۭ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا (النسآء:7)(مردوں کے لیے اُس مال میں حصّہ ہے جو ماں باپ اور رشتہ داروں نے چھوڑا ہو اور عورتوں کے لیے بھی اُس مال میں حصّہ ہے جو ماں باپ اور رشتہ داروں نے چھوڑا ہو، خواہ تھوڑا ہو یا بہت اور یہ حصّہ اللہ کی طرف سے مقرر ہے)

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

"ہمارے علماء نے فرمایا اس آیت میں تین فوائد ہیں(1)میراث کی علت کو بیان فرمایا وہ قرابت ہے(2)قرابت کا عموم جیسے بھی ہو قریبی ہو یا بعیدی ہو(3)مقررہ حصہ کا اجمال، یہ حصہ آیت میراث میں بیان کیا گیا ہے۔ اس آیت میں حکم کے لئے تمہید ہے اور اس فاسد رائے کا ابطال ہے حتی کہ شافی بیان واقع ہوا۔"[27]

غرض اس آیت سے میراث کی علت مستنبط ہوتی ہے اور وہ یہ ہے کہ والدین اور قریبی رشتہ دار کے چھوڑے ہوئے مال کا انسان وارث ہوتا ہے۔ اس میں جنس کا کوئی اختلاف نہیں ہے یعنی مرد اور عورت دونوں اپنے والدین اور قریبی رشتہ داروں کے چھوڑے ہوئے مال کے وارث ہوں گے۔ اس طرح اولاد یا قریبی رشتہ دار ہونا وراثت کی علت ہے جو اسے میت کے چھوڑے ہوئے مال کا وارث بنا دیتی ہے۔

مہر واپس لینے کے حرام ہونے کی علتیں

وَكَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا(النسآء:21)(اور آخر تم کیسے (وہ مہر) واپس لے سکتے ہو جبکہ تم ایک دوسرے کے اتنے قریب ہو چکے تھے اور انہوں نے تم سے بڑا بھاری عہد لیا تھا)

علامہ قرطبیؒ لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ کا ارشاد (وكيف تاخذونه) خلوت اختیار کرنے کے بعد مال لینے سے منع کی علت ہے۔"[28]

مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ لکھتے ہیں:

"اس آیت میں مہر واپس لینے کی حرمت کی دو علتیں بیان فرمائی گئی ہیں۔ اول یہ کہ تم ایک دوسرے سے تنہائی اور خلوت میں مل چکے ہو اور جب مرد عورت تک پہنچ گیا اور جماع سے کوئی ممانعت باقی نہ ہو تو اس پر پورا مہر لازم ہو گیا۔ دوسری علت یہ ہے کہ عورتیں ایجاب و قبول کے ذریعہ تم سے پختہ عہد لے چکی ہیں اور تمہاری ملک میں آ گئی ہیں بغیر تمہارے چھوڑے دوسرے سے نکاح نہیں کر سکتی ہیں۔ پس اس پختہ عہد کے بعد ان سے مہر کو واپس لینا اس عہد کے خلاف ہے۔"[29]

جب کوئی مرد اپنی بیوی سے نکاح کے بعد خلوت صحیحہ کر لے تو اس پر مہر ادا کرنا واجب ہو جاتا ہے دوسرا یہ کہ نکاح ایک پختہ اور سخت معاہدے کا نام ہے اب جب تک تم انہیں طلاق نہیں دو گے اس وقت تک وہ کسی اور کے نکاح میں نہیں آ سکتی ہیں۔ عورت ایک وقت میں ایک مرد سے ہی نکاح کر سکتی ہے۔ ان دو علل کی وجہ سے نکاح کے بعد خواتین سے مہر واپس لینا جائز نہیں ہے۔

رشتوں کو حرام کرنے کی علت

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ (النسآء:23) (تم پر تمہاری مائیں حرام کی گئی ہیں)

سید قطب شہیدؒ لکھتے ہیں:

1. " یہ شریعت کی طرف سے حرام کی گئی عورتیں ہیں۔اس آیت میں ان کے حرام ہونے کی کوئی خاص اور عام علت اور حکمت بیان نہیں کی گئی ہے۔جن مفسرین نے چند وجوہات اور اسباب کا ذکر کیا ہے وہ ان کی اجتہادی اور فکری رائے ہے۔ان تمام کے حرام ہونے کی علت یا سبب ایک ہی ہو سکتا ہے۔بعض محرمات کے لئے مخصوص اسباب کا ہونا ممکن ہے۔کئی اقسام کا سبب میں مشترک ہونا بھی ممکن ہے جیسے قریبی رشتہ داروں کے درمیان شادی کی وجہ سے بچے کمزور پیدا ہوں گے۔یہ شادیاں اگر جاری رہیں تو کمزور نسل وجود میں آئے گی کیوں کہ یہی کمزوری یا بیماری وراثتی طور پر اگلی نسل میں منتقل ہو گی۔جبکہ دوسرے خاندان یا قوم میں شادی کرنے سے صحت مند نسل وجود میں آئے گی نیز دونوں قوموں کی صلاحیتیں ایک ہی جگہ جمع ہو جاتی ہیں۔
2. یہ ممکن ہے کہ بعض محرمات کے ساتھ نہایت ہی محبت، رواداری، احترام اور وقار کے تعلقات مطلوب ہوتے ہیں۔اس لیے ان روابط کو میاں بیوی کے نازک تعلق سے دور رکھنا ضروری تھا تاکہ طلاق اور جدائی کی صورت میں تلخی پیدا نہ ہو۔وہ جذبات مجروح نہ ہوں جنہیں شریعت اسلامیہ ہمیشہ (قائم) رکھنا چاہتی ہے جیسے نسب اور اس کی طرح رضاعت سے حرام ہونے والے رشتے اسی زمرے میں آتے ہیں۔
3. یہ بھی ممکن ہے کہ بعض محرمات مثلاً بیوی کی بیٹی، بہنوں کا اجتماع، باپ کی منکوحہ اور ان میں اگرچہ رشتہ داری کے جذبات اور تعلقات میں کشیدگی مشکل ہے لیکن پھر بھی تعلقات کشیدہ ہو سکتے ہیں۔جیسے ماں کو یہ خدشہ ہو گا کہ اس کی بیٹی بھی سوکن بن سکتی ہے۔اسی طرح باپ کے اندر یہ شعور جاگ سکتا ہے کہ اس کے بعد اس کا بیٹا اس کا شریک ہو سکتا ہے۔یہی بات بہو کے بارے میں ہو سکتی ہے۔
4. یہ بھی ممکن ہے کہ قریبی رشتہ داروں کے باہم خاندانی تعلقات تو پہلے سے موجود ہوتے ہیں۔شریعت کا مقصد یہ ہے کہ دور دراز خاندانوں میں رشتے ناطے ہوں اور یوں خاندانی تعلقات کا دائرہ مزید وسیع ہو جائے اور رشتہ داروں کے اندر صرف اس حد پر جا کر اجازت دی گئی ہے جہاں خاندانی رشتہ کمزور ہو جاتا ہے۔

غرض جو علت بھی ہو بہر حال ہم یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو بھی قانون بنایا ہے وہ ہرگز حکمت سے خالی نہ ہو گا۔اس میں انسانوں کی مصلحت اور بھلائی ہو گی۔رہی ہماری دانست کی بات تو کبھی ہمیں اس کا علم ہو گا اور کبھی نہ ہو گا۔ہماری دانش و علم کا اثر اللہ کی شریعت پر نہیں پڑتا۔شریعت کے نفاذ اور اس کی اطاعت میں کوئی فرق نہیں پڑتا ہے۔ہمیں تسلیم و رضا کے ساتھ شریعت کی اطاعت کرنا ہے۔اس لیے ایمان صرف دل میں نہیں ہوتا۔اس کا تقاضا یہ بھی ہے کہ اللہ کی شریعت کی حکمرانی قائم کی جائے اور ہم مکمل طور پر سر تسلیم خم کر دیں اور ہمارے دلوں میں شریعت کے احکام کے بارے میں کوئی خلجان نہ ہو۔" [30]

عبد العزیز الطریفی لکھتے ہیں:

"بیوی کی بیٹی (ربیبہ) کو اپنی ماں کے خاوند پر حرام کیا گیا ہے، اگرچہ بیٹی کسی مرد سے اپنی ماں کی طلاق کے بعد پیدا ہوئی ہو کیوں کہ تحریم کی علت اس کی ماں سے جماع ہے۔" [31]

اس آیت میں ربیبہ (بیوی کی پہلے خاوند سے پیدا ہونے والی بیٹی) کے حرام ہونے کی علت اس کی ماں کے ساتھ جماع کو قرار دیا گیا ہے۔اس کے علاوہ حرام کئے گئے رشتوں کا ذکر بھی کیا گیا ہے لیکن ان کی حرمت کی کوئی علت بیان نہیں کی گئی ہے۔اس ضمن میں بیان کی جانے والی زیادہ تر علل وہ ہیں جو مفسرین نے اپنے اجتہاد اور غور و فکر کرنے کے بعد بیان کی ہیں۔اس حکم کی حکمتیں اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔

شادی شدہ باندی کی سزا نصف ہونے کی علت

فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ ۚ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ۚ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (النسآء:25)(پھر جب وہ حصار نکاح میں محفوظ ہو جائیں اس کے بعد کسی بد چلنی کی مرتکب ہوں تو ان پر اس کی بنسبت آدھی سزا ہے جو خاندانی عورتوں کے لئے مقرر ہے)

اس آیت میں علت کے لئے کوئی کلمہ استعمال نہیں کیا گیا تاہم اس حکم سے جو علت مستنبط ہو رہی ہے، وہ یہ ہے کہ باندی کی سزا آزاد عورت کی نسبت آدھی ہے اور اس سزا کے نصف ہونے کی علت غلامی ہے۔

علامہ محمد قرطبیؒ لکھتے ہیں:

"آیت میں خاص لونڈیوں کی حد کا ذکر فرمایا اور غلاموں کی حد کا ذکر نہیں کیا گیا لیکن غلاموں اور لونڈیوں کی سزا برابر ہے۔زنا میں پچاس کوڑے، حد قذف اور شراب پینے کی حد چالیس کوڑے ہے، کیوں کہ لونڈی کی حد غلامی کے نقصان کی وجہ سے کم ہوئی تو غلامی کی علت کی وجہ سے اس میں مرد غلام بھی داخل ہے(فدخل الذكور من العبيد في ذلك بعلة المملوكية)"۔[32]

اس آیت میں باندیوں کی سزا کا نصف ہونا معلوم ہوتا ہے لیکن اس سزا کے نصف ہونے کی علت غلامی اور محکومی ہے۔جب باندی کی سزا نصف ہو گی تو غلام مرد کی سزا بھی نصف ہو گی۔اس لئے کہ محکومی کی اس علت میں غلام مرد بھی باندی کے ساتھ شامل ہے۔

اللہ تعالیٰ اور خواہشات کے پجاریوں کی چاہتوں کی علتیں

وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوَاتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا (النسآء:27)(اللہ تمہاری طرف توجہ کرنا چاہتا ہے اور جو لوگ نفسانی خواہشات کے پیچھے لگے ہوئے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم راہ راست سے ہٹ کر دور نکل جاؤ)

ابو حیان اندلسیؒ لکھتے ہیں:

"ارادہ کا تعلق سب سے پہلے توبہ کے ساتھ اونچائی کے راستہ پر ہے، ان اقوال کے مطابق جو ہم نے منتخب کئے ہیں۔کیوں کہ اس کا ارشاد ہے(وہ تمہاری طرف توجہ کرتا ہے)علت پر معطوف ہے، پس وہ علت ہے۔"[33]

محمد طاہر ابن عاشورؒ لکھتے ہیں:

"اصل مقام کے سیاق وسباق سے اس کی ظاہری شکل کے لئے (تميلوا) سے متعلقہ کو حذف کیا گیا۔نفسانی خواہشات کی پیروی کرنے والوں سے وہ لوگ مراد ہیں جن کی خواہشات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے لئے مقرر کردہ قانون کی خلاف ورزی پر غالب آجاتی ہیں، وہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کا کوئی مذہب نہیں ہے۔یہ وہ لوگ ہیں جو گناہوں کے انجام اور اس کی خرابیوں اور اس کی سزاؤں میں غور نہیں کرتے۔ لیکن وہ اپنی خواہشات کو پورا کرتے ہیں جس کی طرف وہ انہیں بلاتی ہیں۔اس صلہ کا یہاں ذکر کرنا ان کے حال کی توہین ہے۔پس موصول میں خبر کی تعلیل کی طرف اشارہ ہے اور مراد ان سے مشرکین ہیں۔"[34]

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی چاہت کی علت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ تم پر اپنی رحمت کے ساتھ متوجہ ہونا چاہتا ہے، جبکہ نفسانی خواہشات کے پیروکاروں کی چاہت کی علت یہ تھی کہ تم سیدھی راہ سے ہٹ کر دور نکل جاؤ۔

قتل خطا: خطا کا مفعول لہ ہونا

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَاً (النسآء:92)(کسی مسلمان کا یہ کام نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے مسلمان کو قتل کرے الا یہ کہ غلطی سے ایسا ہو جائے)

جار اللہ زمخشری لکھتے ہیں:

"پھر اگر تم کہو کہ خطا کو کس کے ساتھ لگایا جائے گا؟ میں نے کہا کہ وہ مفعول لہ ہے، یعنی اسے نہیں چاہیے کہ اسے علتوں (وجوہات) میں سے کسی علت کے لئے قتل کرے، سوائے اس ایک کی غلطی کے لئے۔ اور جائز ہے کہ حال ہو اس معنی کے ساتھ کہ اسے حالات میں سے کسی حال میں قتل نہیں کرتا سوائے خطا کی حالت / صورت میں۔ اور یہ کہ مصدر کے لئے صفت ہو سوائے غلطی سے قتل کئے گئے اور مراد یہ ہے کہ مؤمن کا کام ہے کہ پہلے مؤمن کو قتل کرکے وجود کو ختم کر دے جب تک کوئی غلطی غیر ارادی طور پر نہ مل جائے۔"[35]

قاضی ثناء اللہ عثمانیؒ لکھتے ہیں:

"(الا خطأ) لیکن غلطی سے: یعنی غلطی کی حالت میں، غلطی کی وجہ سے یا غلط طور پر (پہلے ترجمہ کی صورت میں خطا حال ہو گا اور دوسرے ترجمہ پر مفعول لہ اور تیسرے ترجمہ پر مفعول مطلق) اس صورت میں استثناء مفرغ ہو گا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ (لِمؤمنٍ) سے استثناء ہو اور یہ بھی جائز ہے کہ استثناء کو منقطع قرار دیا جائے کیوں کہ یقتل کا لفظ قتل عمد پر دلالت کر رہا ہے۔ افعال اختیار یہ قصداً ہی ہوتے ہیں اور قتل خطاء قتل عمد میں داخل ہی نہیں ہے۔ اس وقت مطلب اس طرح ہو گا لیکن اگر غلطی سے مار ڈالے۔"[36]

قتل کی پانچ اقسام ہیں۔ ارادے کے ساتھ کسی مسلمان کو سوائے تین جرائم کے ارتکاب میں قتل کیا جا سکتا ہے۔ ایک یہ کہ قتل کے بدلہ میں قتل کیا جائے، دوسرا یہ کہ کوئی شادی شدہ بدکار ہو اور تیسرا اگر کوئی مرتد ہو جائے تو اسے عدالت قتل کرنے کا حکم دے سکتی ہے۔ ان صورتوں کے علاوہ کسی مسلمان کو قتل کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ ہاں اگر غلطی سے کسی سے قتل ہو جائے تو قتل خطا کی صورت میں اسے دیت ادا کرنی پڑے گی جو سو اونٹ ہے۔

قتل عمد کی سزا کی سنگینی کی علت

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا (النسآء:93)(اور جو شخص کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اللہ اس پر غضب نازل کرے گا اور لعنت بھیجے گا اور اللہ نے اس کے لیے زبردست عذاب تیار کر رکھا ہے)

مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں:

"یہاں قتل عمد کی جو سزا بیان ہوئی ہے وہ بعینہ وہی سزا ہے جو کٹر کافروں کے لئے قرآن میں بیان ہوئی ہے۔ اس آیت کو پڑھ کر ہر مسلمان کا دل لرز اٹھتا ہے۔ اس سزا کی سنگینی کی علت سمجھنے کے لئے اس امر کو ملحوظ رکھنا چاہیے کہ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر سب سے بڑا حق اس کی جان کا احترام ہے۔ کوئی مسلمان اگر دوسرے مسلمان کی جان لے لیتا ہے تو

اس کے معنی یہ ہوئے کہ حقوق العباد میں سے اس نے سب سے بڑے حق کو تلف کیا، جس کی تلافی اور اصلاح کی بھی اب کوئی شکل باقی نہیں رہی۔ اس لئے کہ جس شخص کے حق کو اس نے تلف کیا وہ دنیا سے رخصت ہو چکا اور حقوق العباد کی اصلاح کے لئے تلافی مافات ناگزیر ہے پھر اس کا ایک اور پہلو بھی بڑا اہم ہے۔ وہ یہ کہ یہ ایک ایسے مسلمان کے قتل کا معاملہ ہے جو دارالکفر اور دارالحرب میں گھرے ہوئے ہونے کی وجہ سے اسلامی شریعت کے ان تحفظات سے بھی محروم تھا جو دارالاسلام میں ایک مسلمان کو حاصل ہوتی ہیں۔ اپنے دین اور اپنے نفس کے معاملے میں اس کو اگر کسی سے خیر کی امید ہو سکتی تھی تو وہ مسلمانوں ہی سے ہو سکتی تھی۔ اب اگر کوئی مسلمان ہی اس کو قتل کر دے اور پھر وہ بھی عمداً اور ایسی جگہ پر جہاں اس کو اسلامی قانون کی حفاظت بھی حاصل نہیں ہے تو ظاہر ہے کہ نہ ایسے مقتول سے بڑھ کر کوئی مظلوم ہو سکتا ہے اور نہ ایسے قاتل سے بڑھ کر کوئی ظالم۔" [37]

ارادے کے ساتھ، جان بوجھ کر قتل کرنا ایک بہت بڑا جرم ہے جس کی سزا یہاں جہنم میں ہمیشہ رہنا، قاتل کے لئے غضب الٰہی، لعنت الٰہی اور زبردست عذاب بیان کیا گیا ہے۔ ایک مسلمان کو قتل کرنا دوسرے مسلمان پر حرام کر دیا گیا ہے۔ لہٰذا وہ مسلمان کی جان مال اور عزت کی حفاظت کرنے کی کوشش کرے نہ کہ اسے قتل کر کے اسے نقصان پہنچائے۔ اس درج بالا سزا سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ کسی مسلمان کو قتل کرنا کتنا سنگین جرم ہے جو انسان کو رحمت الٰہی سے محروم کر کے غضب الٰہی کا مستحق بنا دیتا ہے۔

کفار کے ارادوں کے مقابلہ میں نبی کریم ﷺ پر اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت کرنے کی علت

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ وَرَحْمَتُہٗ لَہَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْہُمْ اَنْ یُّضِلُّوْکَ ؕ وَمَا یُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَہُمْ وَمَا یَضُرُّوْنَکَ مِنْ شَیْءٍ ؕ وَاَنْزَلَ اللّٰہُ عَلَیْکَ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَةَ وَعَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ ؕ وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا (النسآء:113) (اور اے پیغمبر! اگر اللہ کا فضل اور رحمت تمہارے شامل حال نہ ہوتی تو ان میں سے ایک گروہ نے تم کو سیدھی راہ سے بھٹکانے کا ارادہ کر ہی لیا تھا اور اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت نازل کی ہے)

سید سجاد بخاری لکھتے ہیں:

"شہاب الدین نے (لولا) کے جواب میں دو پہلوؤں کا ذکر کیا ہے۔ ان میں سے زیادہ واضح یہ ہے کہ وہ ذکر کیا گیا ہے، اور وہ اس کا ارشاد (لهمت) ہے۔ اور دوسرا یہ کہ وہ محذوف ہے یعنی (لاضلوک) پھر اس نے جملہ دوبارہ شروع کیا تو فرمایا (لهمّت) یعنی لقد همّت۔ "لو کا جواب محذوف ہے یعنی "لاضلوک" اور "لهمت" سے استیناف ہے جو ماقبل کے لئے بمنزلہ علت ہے اور ان کافروں کے برے مقصد اور ارادے کو ظاہر کرنے کے لئے لایا گیا ہے۔ یعنی اگر آپ پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو وہ آپ کو صحیح فیصلہ سے بھٹکا دیتے لیکن اللہ تعالیٰ نے حقیقت حال سے مطلع کر کے آپ کو ان کے دھوکہ سے بچا لیا وہ تو اپنی طرف سے آپ کو غلط راہ پر ڈالنے کا تہیہ کر چکے تھے۔" [38]

محی الدین درویش لکھتے ہیں:

"(وَاَنْزَلَ اللّٰہُ عَلَیْکَ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَةَ) واؤ استئنافیہ ہے اور جملہ مستانفہ (دوبارہ شروع ہوا) ہے اس میں علت کا معنی ہے اس کے لئے جو اس سے پہلے ہے۔" [39]

علامہ محمود آلوسی لکھتے ہیں: "اجھوری نے کہا: جملہ اس سے پہلے جو کچھ آیا اس کی تعلیل (وضاحت) کے تناظر میں ہے اور اسی طرف طبرسی نے اشارہ کیا۔" [40]

امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں:

"جب اس نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل فرمائی اور مخلوق تک اپنی شریعت کو پہنچانے کا حکم دیا تو اس کی حکمت کے لئے یہ کیسے مناسب ہے کہ وہ آپ کو شکوک وشبہات اور گمراہی میں پڑنے سے نہ بچائے اور اگر ہم اس آیت کی اس طرح وضاحت کریں کہ نبی کریم ﷺ ظاہر پر حکم رکھنے کی بنیاد پر معذور تھے تو معنی ہو گا: اس نے آپ ﷺ پر کتاب اور حکمت نازل کی، شریعت کے احکام کو ظاہر کی بنیاد پر قائم کرنا واجب اور ضروری ہے۔ تو ظاہر پر حکم کی بنیاد رکھنا کیسے نقصان دہ ہو گا۔"[41]

مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں:

"یہ پیغمبر ﷺ کی طرف التفات اور آپ ﷺ کے واسطے سے مسلمانوں کو تنبیہ ہے کہ یہ اللہ کا تمہارے اوپر خاص فضل واحسان ہے کہ تم ان منافقین کے شر سے محفوظ رہے، ورنہ ان کی ایک جماعت کی تو رات دن کوشش یہی ہے کہ تمہیں راہ سے بے راہ کر کے رہے، لیکن اللہ نے اپنے خاص فضل سے تمہیں کتاب وحکمت کی جو روشنی عطاء فرمائی ہے اس نے تمہیں لغزش سے محفوظ رکھا۔ اس میں مسلمانوں کو یہ تنبیہ ہے کہ اس گروہ کی آفتوں اور فتنوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھیں اور ساتھ ہی اس سے محفوظ رہنے کی تدبیر بھی بتادی کہ اس کا طریقہ یہ ہے کہ کتاب وحکمت کی جو نعمت ان کو ملی ہے اس کی سچے دل سے قدر کریں اور ان لوگوں کے چکموں میں نہ آئیں جو اس سے ہٹ کر اپنی راہ نکال رہے ہیں۔"[42]

کفار کے ارادے بہت خطرناک تھے لہٰذا وہ آپ ﷺ کے بارے میں ارادہ کر چکے تھے کہ آپ سے کوئی غلط فیصلہ صادر ہو جائے، لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب وحکمت کو نازل کر کے اس سے بچا لیا۔ نیز کتاب وحکمت کی صورت میں عطاء کی جانے والی اس نعمت کی قدر کی جانی چاہیے۔ نیز قرآن وسنت کے ظاہر پر بھی حکم کی بنیاد رکھی جاسکتی ہے۔ کتاب وحکمت کے مطابق فیصلہ کرنا آپ ﷺ کو کفار کی خواہشات اور ارادوں سے بچا سکے گا۔ اسی طرح دوسرے مقام پر نبی کریم ﷺ کو ان کے مشوروں پر عمل کرنے سے بھی روکا گیا ہے۔

کفار کی مجلس میں شرکت کرنے سے روکنے کی علت

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيَاتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ (النسآء:140) (اللہ اس کتاب میں تم کو پہلے ہی حکم دے چکا ہے کہ جہاں تم سنو کہ اللہ کی آیات کے خلاف کفر بکا جارہا ہے وہاں نہ بیٹھو جب تک کہ لوگ کسی دوسری بات میں نہ لگ جائیں)

اس آیت میں ان کفار کے ساتھ بیٹھنے سے منع کیا گیا ہے جو آیات الٰہی کا انکار کرتے ہیں اور ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔ ایسے کفار کے ساتھ نہ بیٹھنے کی علت آیت سے ہی واضح ہے کہ وہ آیات الٰہی کا انکار کرتے اور ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔

مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں:

"اس مسئلے کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ جب وہ اس گفتگو کو ختم کر کے کوئی اور بات شروع کر دیں تو اس وقت ان کے ساتھ مجالست اور شرکت جائز ہے یا نہیں؟ قران کریم نے اس کو صراحت سے بیان نہیں فرمایا، اسی لیے علماء کا اس میں اختلاف ہے: بعض نے فرمایا کہ ممانعت کی علت آیات الٰہیہ کی توہین اور تحریف تھی، جب وہ ختم ہو گئی تو ممانعت بھی ختم ہو گئی۔ اسی لیے دوسری باتیں شروع ہو جانے کے بعد ان کی مجلس میں بیٹھنا گناہ نہیں ہے اور بعض نے فرمایا کہ ایسے کفار وفجار اور ظالم لوگوں کی صحبت ومجالست بعد میں بھی درست نہیں۔"[43]

اس آیت میں مسلمانوں کو ان کفار کے ساتھ بیٹھنے سے منع کیا گیا ہے جن کی مجلس میں قرآن مجید کی آیات کا انکار کیا جارہا ہو اور ان کا مذاق اڑایا جارہا ہو۔ اگر کوئی مسلمان ان کی اس مجلس میں شرکت کرے گا تو وہ بھی انہی کفار کی مانند ہے اور یہ سب جہنم میں اکٹھے کئے جائیں گے۔ اگر یہ کفار اپنی مجلس میں آیات الٰہی کا انکار کرنے اور ان کا مذاق اڑانے سے باز رہیں تو ان کی مجلس میں شرکت کرنے میں اختلاف ہے۔ بعض علماء کے نزدیک ان کی مجلس میں جانے سے منع کرنے کی علت آیات الٰہی کا انکار کرنا اور ان کا مذاق اڑانا تھا جب یہ علت موجود نہیں ہے اور وہ اس کے علاوہ کوئی اور گفتگو کر رہے ہیں تو ان کی مجلس میں شرکت کی جا سکتی ہے، جبکہ بعض علماء کسی حالت میں بھی کفار کی مجلس میں شرکت کرنے کی اجازت نہیں دیتے ہیں۔

منافقین کا ذکر کم کرنے کی علت

يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا (النسآء:142)(لوگوں کے سامنے دکھاوا کرتے ہیں اور اللہ کو تھوڑا ہی یاد کرتے ہیں)

قاضی ثناء اللہ عثمانیؒ لکھتے ہیں:

"ذکر سے مراد نماز ہے۔ اس تقلیل کی علت یہ ہے کہ دکھاوٹ کرنے والا دکھاوٹ کے لئے جو کام کرتا ہے وہ دیکھنے والوں کے سامنے کرتا ہے اور ایسا وقت بہت تھوڑا ہوتا ہے۔"[44]

اس آیت میں منافقین کی خرابیوں اور بری عادات کا ذکر کیا گیا ہے۔ نماز ادا کرنے کے بارے میں ان کا رویہ یہ ہے کہ وہ سستی کرتے ہیں اور لوگوں کو دکھانے کے لئے نماز پڑھتے ہیں اور اللہ کو کم یاد کرتے ہیں۔ اللہ کو کم یاد کرنے کی علت یہ ہے کہ ان کا مقصد ذکر الٰہی سے اپنی روح کی دنیا کو آباد کرنا نہیں ہوتا، بلکہ وہ صرف لوگوں کو دکھانے کے لئے نماز پڑھتے ہیں۔ اس لئے ان کی عبادت لوگوں کو دکھانے کے لئے ہوتی ہے جس کی وجہ سے یہ کم وقت کے لئے ہوتی ہے۔ وہ عبادت جس مقصد کے لئے کرتے ہیں وہ ان کو حاصل ہو جاتا ہے۔

اللہ کی اولاد نہ ہونے اور مجموعہ تثلیث کی علت

اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۭ سُبْحٰنَهٗٓ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا (النسآء:171)

(اللہ تو بس ایک ہی خدا ہے وہ بالاتر ہے اس سے کہ کوئی اس کا بیٹا ہو۔ زمین و آسمان کی ساری چیزیں اس کی ملک ہیں اور ان کی کفالت و خبر گیری کے لئے بس وہی کافی ہے)

مولانا ادریس کاندھلویؒ ابطال تثلیث کے سلسلہ میں نہم نکتہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"نیز مسیحیین کے نزدیک جب خدا تین اقنوموں کا مجموعہ ہے اور ہر اقنوم واجب الوجود ہو تو مجموعہ اپنے وجود خارجی میں ان تین اجزاء یعنی تین اقنوموں کا محتاج ہو گا اور مجموعہ معلول ہو گا اور اقانیم ثلاثہ اس کی علت ہوں گے اور جو کسی علت کا محتاج ہو وہ واجب الوجود نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ معلول علت سے مؤخر ہوتا ہے وہ ممکن اور حادث ہوتا ہے۔"[45]

اس آیت میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کی ولدیت کے انکار کی علت بیان کی گئی ہے۔ عیسائی حضرت عیسٰی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار دیتے تھے۔ انہیں یہ بتایا گیا کہ اللہ ہر شریک سے پاک ذات ہے۔ وہ اپنی ذات میں اکیلا اور ذاتی لحاظ سے ہر شریک سے پاک ہے۔ اس کے واحد ہونے اور اولاد نہ ہونے کی علت یہ ہے کہ وہ آسمان و زمین کی ہر چیز کا مالک ہے۔ اسی طرح بعض عیسائی تثلیث یعنی تین خداؤں کے قائل ہیں۔ وہ خدا کو تین اقانیم کا مجموعہ قرار دیتے ہیں۔ یہ مجموعہ معلول ہے اور تینوں اقانیم اس کی علت ہوں گے۔

خلاصہ بحث

ایسی آیات جن میں استنباط کے ذریعہ تعلیل بیان ہوئی ہے ان کے نمبر زدرج ذیل ہیں :,92,93,25,27,01,03,07,21,23
142,171.113,140,

درج بالا تیرہ آیات میں استنباط کے ذریعہ تعلیل معلوم ہوئی ہے، جو مختلف مفسرین نے بیان کی ہے۔

- پہلی آیت میں اللہ سے ڈرنے کی علت یہی ہے کہ وہ ہمارا رب ہے اور اسی نے ہمیں ایک جان سے پیدا کیا ہے۔
- تیسری آیت میں مثنیٰ وثلٰث اور ربٰع کے غیر منصرف ہونے کی علت ان الفاظ کا برابری کی بنیاد پر تکرار ہے۔
- ساتویں آیت میں میراث کی علت قرابت کو قرار دیا۔
- اکیسویں آیت میں مہر واپس لینے کے ناجائز ہونے کی دو علتوں کو بیان کیا گیا ہے ایک خلوت صحیحہ اور دوسرا اس کی منکوحہ ہونے کی وجہ سے کہیں اور نکاح نہ کر سکنا۔
- تیئیسویں آیت میں ربیبہ کے حرام ہونے کی علت اس کی ماں سے ازدواجی تعلق کا قائم کرنا ہے۔
- پچیسویں آیت میں باندی کی سزا آدھی ہونے کی علت اس کی غلامی کو قرار دیا گیا ہے۔
- ستائیسویں آیت میں اللہ کی مسلمانوں کو چاہنے کی علت یہ ہے کہ وہ تم پر اپنی رحمت کے ساتھ متوجہ ہونا چاہتا ہے۔ خواہشات کی پیروی کرنے والوں کی چاہت کی علت یہ تھی کہ تم سیدھے راستے سے دور نکل جاؤ۔
- بانوے نمبر آیت میں علتوں کے بغیر قتل کو خطا قرار دیا گیا۔
- تیرانوے نمبر آیت میں قتل عمد کی سزا کے سنگین ہونے کی علت حرمتوں کو پامال کرنے کی وجہ سے ہے۔
- ایک سو تیرہ نمبر آیت میں کفار کے ارادوں کے مقابلہ میں نبی کریم ﷺ پر اللہ کے فضل ورحمت کرنے کی علت بیان کی گئی ہے جو کتاب وحکمت کے نزول کے ذریعہ عطاء کی گئی ہے۔
- ایک سو چالیس نمبر آیت میں کفار کی مجلس میں شرکت سے روکنے کی علت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ آیات الٰہی کا انکار کرتے اور ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔
- ایک سو بیالیس نمبر آیت میں منافقوں کی طرف سے خدا کو کم یاد کرنے کی علت ان کا دکھاوا کرنا ہے۔
- ایک سو اکہتر نمبر آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولدیت کا انکار کرنے کی علت اس کا ایک اور اولاد سے پاک ہونا ہے۔ نیز تثلیث ایک مجموعہ ہے جو معلول ہے جس کی علت اقانیم ثلاثہ ہیں اور جو کسی علت کا محتاج ہو وہ واجب الوجود نہیں جبکہ خدا ایک اور واجب الوجود ہے۔

حوالہ وحواشی

1 بخاری، محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح**،کتاب فضائل القرآن ،باب تالیف القرآن، رقم الحدیث:4707-

2 الزحیلی، **التفسیر المنیر فی العقیدة والشریعة والمنهج**، (دمشق: دار الفکر، 2009م)، ص552-553-

3 مودودی، ابوالاعلیٰ، **تفہیم القرآن**، (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، 2016ء)، 316/1-

4 سورۃ النسآء88:04-

5 ایضاً،104:04-

6 الزحیلی، **التفسیر المنیر فی العقیدة والشریعة والمنهج**، (دمشق: دار الفکر، 2009م)، ص552-553-

7 ابو احمد سجاد، بخاری، **جواہر القرآن**، (راولپنڈی: کتب خانہ رشیدیہ، س ن)، 207/1-

8 البیهقی، احمد بن الحسن، **السنن الکبریٰ**، کتاب الوقف، باب من قال لا حبس عن فرائض، رقم الحدیث:12253-

9 النسآء40:04-

10 ایضاً،31:04-

11 ایضاً116:04-

12 ایضاً،64:04-

13 ایضاً،110:04-

14 ایضاً،31:04-

15 ایضاً،40:04-

16 ایضاً،116:04-

17 ایضاً110:04-

18 ایضاً،152:04-

19 ایضاً،26:04-

20 ایضاً،27:04-

21 ایضاً،28:04-

22 ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، مترجم محمد جوناگڑھی، **تفسیر القرآن العظیم**، (لاہور: مکتبہ قدوسیہ، 1999ء)، 514-515/1-

23 الرازی، **مفاتیح الغیب**، (بیروت: دار الفکر للطباعة، 1981م)، 163-164/9-

24 مفتی محمد شفیع، **معارف القرآن**، (کراچی، ادارۃ المعارف، 1979ء)، 278-279/2-

25 کاندھلوی، محمد ادریس، **معارف القرآن**، (لاہور: مکتبہ حسان بن ثابت، 1434ھ)، 12/2-

26 پانی پتی، ثناء اللہ عثمانی، مترجم سید عبدالدائم جلالی، **تفسیر مظہری**، (کراچی: دار الاشاعت، 1999ء)، 317-318/2-

27 القرطبی، محمد بن احمد، **الجامع لاحکام القرآن**، (القاہرہ: مطبعة دار الکتب المصریة، 1937م)، 46/5-

28 ایضاً، ص102-

29 کاندھلوی، محمد ادریس، **معارف القرآن**، (لاہور: مکتبہ حسان بن ثابت، 1434ھ)، 171/2-

30 سید قطب شہید، مترجم سید معروف شیرازی، **فی ظلال القرآن**، (لاہور: ادارہ منشورات اسلامی، 1997م)، 959-960/1-

31 الطریفی، عبد العزیز، **التفسیر والبیان لاحکام القرآن**، (الریاض: مکتبة دار المنهاج، 1438ھ)، 789/2-

32 القرطبی، محمد بن احمد، **الجامع لاحکام القرآن**،(القاہرہ:مطبعۃ دار الکتب المصریۃ،1937م)،146/5-

33 ابوحیان، محمد بن یوسف، **البحر المحیط**،(بیروت: دار الکتب العلمیۃ،1993م)،236/3-

34 ابن عاشور، **التحریروالتنویر**،(تونس:الدار التونسیۃ للنشر،1984م)،21/5-

35 زمخشری، محمود بن عمر، **الکشاف عن حقائق التنزیل وعیون الاقاویل فی وجوہ التاویل**،(بیروت:دار المعرفۃ،2009م)، ص252-253-

36 پانی پتی، ثناء اللہ عثمانی، مترجم سید عبد الدائم جلالی، **تفسیر مظہری**،(کراچی: دارالاشاعت،1999ء)،162/3-

37 اصلاحی، امین احسن، **تدبر قرآن**،(لاہور: فاران فاؤنڈیشن،1985م)،361/2-

38 ابو احمد سجاد، بخاری، **جواہر القرآن**،(راولپنڈی: کتب خانہ رشیدیہ، س ن)،239/1-

39 الدرویش، **اعراب القرآن الکریم وبیانہ**-،(بیروت: دار ابن کثیر)،319/2-

40 الآلوسی، **روح المعانی**،(بیروت: دار الکتب العلمیۃ،1994م)،144/5-

41 الرازی، **مفاتیح الغیب**،(بیروت: دار الفکر للطباعۃ،1981م)،40/11-

42 اصلاحی، امین احسن، **تدبر قرآن**،(لاہور: فاران فاؤنڈیشن،1985م)،381/2-

43 مفتی محمد شفیع، **معارف القرآن**،(کراچی، ادارۃ المعارف،1979ء)،585/2-

44 پانی پتی، ثناء اللہ عثمانی، مترجم سید عبد الدائم جلالی، **تفسیر مظہری**،(کراچی: دارالاشاعت،1999ء)،205/3-

45 کاندھلوی، محمد ادریس، **معارف القرآن**،(لاہور: مکتبہ حسان بن ثابت،1434ھ)،411/2-